اسقاط جنین کی شرعی حیثیت

حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر اتارا جانا کیوں عمل میں آیا؟ سوچا جائے تو غور وفکر کے بعد کتاب وسنت کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین کو انسانوں سے آباد کرنا تھا اور چونکہ انسانوں کی افزائش نسل کا مدار مرد وعورت کے ملاپ پر ہے، اسلئے قدرت نے دونوں میں جنسی خواہش ودیعت فرمائی کہ مرد کی زندگی مکمل نہیں ہوتی جب تک کسی پاکدامن عورت سے اس کا جائز رشتہ قائم نہ ہو اور یہی حال عورت کا ہے۔ بچوں کی پیدائش اور پرورش کا تعلق اسی عائلی زندگی سے ہے اور حضرت آدمؑ وحواؑ سے لے کر اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اسلئے شریعت نے نکاح کی اہمیت بیان کی ہے اور اس پر زور دیا ہے اور نکاح (شادی) سے اسلام کے پیش نظر بنیادی دو مقاصد ہیں۔

(1) بقائے نسل انسانی ، (2) جنسی تسکین

شادی اور نکاح سے اسلام کا اولین مقصود بقائے نسل انسانی بلکہ افزائش نسل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حدیث میں صاف طریقے پر ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے جو مختلف قرائن سے زیادہ بچہ جننے والی ہو۔ دوسری متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے اس کی روحانی علت بیان فرمائی کہ روز قیامت امت کی بڑھتی ہوئی تعداد آپ ﷺ کیلئے فخر ومباہات کا باعث ہوگی۔

حال ہی میں دورہ یورپ کے دوران مدیر "المباحث الاسلامیہ" ممبر قومی اسمبلی مولانا نصیب علی شاہ کے سامنے یورپی یونین کے دار الخلافہ اور بلجیم کے کیپٹل شہر براسل میں معہد امام القرطبی میں عربی میں لیکچر کے دوران ایک خاتون نے اسقاط جنین کے مسائل پوچھے۔ مولانا کے جواب اور اس مسئلے پر تفصیلی بحث قارئین کے استفادہ کیلئے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

اسقاط حمل کا ماخذ:

بظاہر عہد صحابہؓ میں اسقاط حمل کی صورت نہیں پائی جاتی تھی لیکن فقہاء کرام نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور عزل کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے اس کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ مقصد کے لحاظ سے گو عزل واسقاط حمل دونوں متحد ہیں لیکن سبب کے اعتبار سے دونوں مختلف ہیں۔ عزل میں اولاد سے اعراض سبب بعید کے درجہ میں ہے اور اسقاط میں اولاد سے اعراض سبب قوی اور قریب کے ذریعہ ہوتا ہے۔

قوله وينتزع من حكم العزل حكم معالجة المرأة اسقاط النطفة قبل نفخ الروح فيه ...... ويمكن ان يفرق بأنه اشد لأن العزل لم يقع فيه تعاطی السبب ومعالجة السقط تقع بعد تعاطی السبب (فتح القدیر لابن ہمام) ترجمہ:- عزل کے حکم سے عورت کا علاج برائے اسقاط جنین بھی معلوم ہو گیا لیکن ان دونوں میں ظاہری فرق ہے اس لئے کہ عزل میں تا حال سبب برائے وجود ولد موجود نہیں (جو رحم میں استقرار منی ہے) اور اسقاط جنین تو استقرار منی کے بعد ہوتی ہے تو یہ حکم منع میں اس سے اشد ہے۔

بہر حال اسقاط حمل عزل کے مقابلے میں اشد ہے اس لئے احکام بھی اشد ہیں علامہ شامیؒ نقل فرماتے ہیں ''جب نطفہ رحم میں پہنچ گیا تو لامحالہ اس سے ایک زندگی وجود میں آئے گی (اس کا ازالہ کرنا و اسقاط کرنا) در اصل زندگی کو ختم کرنا ہے۔'' (شامی ۵۲۳/۲)

استقرار حمل کے بعد اپریشن کے ذریعہ عورت کے حمل کو ساقط کرا دینا جسے سادہ الفاظ میں صفائی کرانا کہا جاتا ہے اس کے مختلف مراحل ہو سکتے ہیں، عورت کی حمل قرار پا جانے اور اس کی ماہواری کے کچھ ہی دن چڑھنے کے بعد جبکہ طبی تحقیقات سے اس کا پتہ لگانا اور بھی آسان ہو گیا ہے وہ مزید تاخیر کئے بغیر فوری طور اپنی صفائی (بچہ دانی کا ازالہ) کرالے۔ جبکہ عورت کی صحت و تندرستی کا مسئلہ نہ ہو اور اس کے حق میں خدا ترس اور ذمہ دار ڈاکٹر کی سفارش نہ ہو تو اس صورت میں بھی صفائی حرام ہے اور گناہ کا کام ہے۔

امام غزالیؒ جو عزل کے مسئلہ میں سب سے زیادہ توسع کے قائل ہیں اسے صاف لفظوں میں ''جنایت'' جرم اور گناہ کا کام قرار دیتے ہیں **قوله اول مراتب الوجود ان تقع النطفة فی الرحم و تختلط بماء المرأة وتستعد لقبول الحياة وافساد ذلك جناية** (احیاء علوم الدین ۵۱/۲) ترجمہ:- وجود کے درجات میں پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد کا، نطفہ عورت کے رحم میں پڑ جائے اور وہ عورت کی منی کے ساتھ مل جائے۔ اور اس طرح وہ زندگی قبول کرنے کیلئے بالکل تیار ہو جائے تو اس کو بگاڑنا اور خراب کرنا جرم ہے۔ آگے کے مراحل میں جنین کی زندگی میں جس قدر ترقی ہوتی جائے گی، صفائی اور اسقاط کا گناہ اسی نسبت سے بڑھتا جائے گا جس کی آخری اور بدترین صورت یہ ہوگی کہ اسقاط کے بعد لڑکا صحیح سالم اور زندہ باہر نکل آئے چنانچہ آگے فرماتے ہیں **فان صارت مضغة وعلقة كانت الجناية افحش وان نفخ فيه الروح واستوت الخلقة ازدادت الجناية تفاحشا ومنتهىٰ التفاحش فی الجناية بعد الانفصال حيا** ترجمہ:- تو اگر وہ خون کی پھٹکی اور گوشت کا لوتھڑا بن جائے تو یہ جرم اور بھی گھناؤنا ہوگا اور اگر اس میں روح پھونک دی جائے اور بناوٹ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جائے تو اس جرم کا گھناؤنا پن اور بھی بڑھ جائے گا۔ اس جرم کی گھناؤنے پن کی آخری انتہا یہ ہے کہ حمل کا اسقاط اس حال میں ہو کہ بچہ صحیح سلامت ہو۔

یہ تھی امام غزالیؒ کی رائے کہ نفخ روح سے پہلے اسقاط حمل ان کے نزدیک نا جائز ہے نفخ روح سے پہلے اسقاط حمل کے متعلق بعض فقہاء کرام کی عبارتوں سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو مطلقاً جائز اور درست سمجھتے ہیں، اس طرح کی تحریریں احناف، شوافع اور حنابلہ تینوں ہی کے یہاں موجود ہیں تاہم حقیقت یہ ہے کہ احناف، شوافع اور حنابلہ کے ہاں بھی یہ جواز اس صورت میں ہے جب کوئی عذر درپیش ہو۔ بلا عذر اسقاط ممنوع اور گناہ کا باعث ہے علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں **لا يخفىٰ انها تأثم اثم القتل لو استبان خلقه ومات بفعلها** (ردالمحتار ۵۱۹/۵) یہ بات ظاہر ہے کہ اگر اس کی تخلیق ظاہر ہو جائے اور عورت کے کسی فعل کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو تو اس کو قتل کا گناہ ہوگا۔

اعضاء کے ظہور سے پہلے اور استقرار حمل کے بعد اسقاط کا حکم:

۱......اعضاء کے ظہور سے پہلے بھی اسقاط مکروہ ہے کیوں کہ مادہ منویہ کے رحم میں جانے کے بعد اب اس کا مآل حیات اور زندگی ہے لہٰذا وہ زندہ وجود کے حکم میں ہوگا جیسا کہ حرم کے شکار کے انڈے کا حکم ہے **انہ یکرہ فان الماء بعد ما وقع فی الرحم مآلہ الحیاۃ فیکون لہ حکم الحیاۃ کما فی بیضۃ صید الحرم** (حوالہ سابق ۵۵۲/۲)۔

فقہاء مالکیہ تو اس باب میں سخت گیر ہی ہیں الشرح الکبیر للدرر میں ہے **لا یجوز اخراج المنی المتکون فی الرحم ولو قبل الاربعین یوماً واذا نفخت فیہ الروح حرم اجماعاً** منی جو رحم میں پہنچ چکی ہو اس کا نکالنا گو ۴۰ دنوں کے قبل ہی ہو جائز نہیں۔ اور جب جنین میں روح پیدا ہو جائے تو بالاجماع حرام ہے۔

علامہ شرف الدین بن موسیٰ حنبلی نے بھی مطلقاً (نفخ روح سے پہلے اور بعد کی تفریق کئے بغیر) اسقاط حمل کو تعزیری جرم شمار کیا ہے۔ یہی بات ابن قدامہ نے لکھی ہے۔ ابن حزم نے چار ماہ کے بعد اسقاط پر ''غرہ'' کے ساتھ کفارہ بھی واجب قرار دیا ہے اور اس سے پہلے صرف غرہ۔ ابن حزمؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے نقل کیا ہے کہ عورت کے جسم میں کوئی شئے داخل کر کے یا کسی دوا کا استعمال کر کے اسقاط کر لے تو غرہ کے ساتھ کفارہ قتل بھی ادا کرے (دیکھئے الاقناع ۳۰۹/۲، المغنی ۸۱۵/۴، المحلی ۳۰/۱۱) **وکذا فی الدر قولہ ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملھا وجاز لعذر حیث لا تصور** ترجمہ: درمختار میں ہے کہ عورت استقرار حمل کے بعد حمل گرانے کیلئے کوئی دوا پی لے تو یہ مکروہ ہے۔ البتہ کسی عذر کی وجہ سے نفخ روح سے قبل اسقاط جائز ہوگا (درمختار علی ھامش ردالمختار ج ۵ ص ۲۷۶)

۲...... اسقاط حمل، ایسی صورت میں کہ حمل میں جان پیدا ہو چکی ہے۔ حدیث کے مطابق استقرار حمل کے چار ماہ یعنی ۱۲۰ دن بعد روح پیدا ہوتی ہے، **علم الجنین** کے جدید ماہرین بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ روح پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل بالاجماع ناجائز اور حرام ہے **احمد علیش مالکیؒ** فرماتے ہیں **والتسبیب فی اسقاطہ بعد نفخ الروح فیہ محرم اجماعاً وھو من قتل النفس** (الفتح المعلی لمالک . ۳۹۹/۱)

اور فتاویٰ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ میں ہے **اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین وھو من الوأد الذی قال تعالیٰ فیہ واذا الموءدۃ سئلت بأی ذنب قتلت** (ج ۳۴ ص ۲۱۷) بعض فقہاء کے نزدیک عذر شرعی اور قابل لحاظ طبی ضرورتوں کے باوجود اسقاط کی اجازت چار ماہ سے قبل بھی نہیں دی جاسکتی کیوں کہ اس صورت میں مفاسد عامہ کا شدید خطرہ ہے اور روح شریعت کے بھی خلاف ہے۔ اس روح کو حضرت غامدیہؓ کے واقعہ میں دیکھا جاسکتا ہے غامدیہؓ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے چار مرتبہ اقرار کیا کہ ان سے زناء کا ارتکاب ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے ٹالا مگر انہوں ماجرا عرض کیا کہ میں زناء سے حاملہ ہوں تب آپ ﷺ نے اسے وضع حمل تک انتظار کرنے کا حکم دیا وضع حمل کے بعد وہ پھر آئی تب آپ ﷺ نے ایام رضاعت کے بعد آنے کا حکم دیا پھر جب وہ اس حال میں آئی کہ اس کے بچے نے روٹی کھانا شروع کر دیا تھا تو آپ ﷺ نے بچہ ایک شخص کے حوالہ کر کے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس جو فقہاء مطلقاً اسقاط کے عدم جواز کے قائل ہیں مزاج اسلام سے ان کی رائے زیادہ ہم آہنگ ہے اور جن فقہاء نے اباحت کی رائے دی ہے ان کی رائے عذر پر محمول کی جائے گی۔

اسقاط حمل کی جواز کی صورتیں:

استقرار حمل کے ۱۲۰دن کے اندر اعذار شرعیہ موجود ہوں تو اسقاط حمل جائز ہے جواز کی یہ صورتیں ہیں۔

۱ ...... عورت کے مستقل بیمار پڑ جانے کا خطرہ ہو یا دماغی صحت یا جان کو خطرہ لاحق ہو۔

۲ ...... بچے میں خلقی نقص اور جسمانی اعتبار سے بہت زیادہ غیر معتدل ہونے کا قوی خطرہ ہو۔

۳ ...... بچے کے خطرناک موروثی مرض میں مبتلا ہو کر پیدا ہونے کا قوی خطرہ ہو، مثلاً ایڈز وغیرہ۔

۴ ...... طبی آلات کے ذریعہ ظن غالب کے درجہ میں یہ بات معلوم ہو جائے کہ بچہ انتہائی غیر معتدل ہے یا ایسے خلقی نقص میں مبتلا ہے جس سے اس کی ساری زندگی اس پر اور اس کے والدین پر زبردست بوجھ بن جائے گی۔

۵ ...... کوئی کنواری لڑکی جو زناء کی عادی نہ ہو، مخلوط معاشرہ کے سبب اتفاقاً نفسانی اور انفعالی کمزوری سے یا جبراً زنا کرانے کے نتیجے میں حاملہ ہو جائے تو **دفعاً لضرر العار** اور **حفظاً لعزة النفس** اسے بھی اسقاط کی اجازت ہونی چاہیے۔ مولانا عبدالحیؒ نے بھی ایسا لکھا ہے **قوله لم يجز اسقاطه اى با لمعالجة و هذ ا اذا استبان خلقه و ان كان غير مستبين الخلق يجوز اما في زما ننا يجوز و ان استبا ن الخلق وعليه الفتوىٰ** (حاشیہ ھدایہ ج ۲/ص ۲۹۲)

۶ ...... موجودہ بچوں کی کمزوری اور خرابیٔ صحت کی وجہ سے منع حمل۔ جیسا کہ بعض احادیث میں شیر خوار گود میں ہوئے بچے کی وجہ سے جماع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اس سے بچے کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔ فتاویٰ میں تصریح ہے کہ جب حمل سے عورت یا بچے کا ضرر ہو تو اسقاط حمل جائز ہے (امداد الفتاویٰ ج ۴/ص ۲۰۵)

قال بن عابدين قوله وجاز لعذر كالمرضعة اذا ظهر بها الحبل او انقطع بها الحبل او انقطع لبنها وليس لابى الصبى ما يستأ جربه الظئر ويخاف هلاک الولد قالوا يباح لها ان تعالج فى استنزال الدم مادام الحمل مضغة او علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوماً وجاز لا نه ليس بآدمى وفيه صيانه الآدمى (ردالمحتار علی صدر درمختار ج ۲۷۶/۵)

وكذا فى الفقه الاسلا مى وادلته : الاسقاط ،وقالوا ايضاً يباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر ولوبلا اذن الزوج (الفقہ الاسلامی، وادلتہ ج ۱۰۸/۷) **وفى الهندية امرأ ة مرضعة ظهر بهاحبل و انقطع لبنها وتخاف علىٰ ولدها الهلاک وليس لابى هذا الولد سعة حتىٰ يستأجر الظئر يباح لها ان تعالج فى استنزال الدم مادام نطفة اومضغةً او علقةً لم يخلق له عضو** (الفتاویٰ الہندیہ ج ۳۵۶/۵)

ومثله فى الفتاوى الحقانيه ج ۴/ ۵۵۷/ وامداد الفتاوى ج/ ۴/ ۲۰۲، ۲۰۳)

قا ل ابن وهبا ن ومن الاعذار ان يقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبى الصبى مايستأ جر به الظئر ويخاف هلاكه ، ونقل عن الذخيرة لو ارادت الالقاء قبل مضى زمن ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذلک ام لا اختلفوا

فیہ وکان الفقیہ علی بن موسیٰ یقول انه یکره فان الماء بعد ماوقع فی الرحم مآ له الحیاة فیکون له حکم الحیاة کما فی بیضة صیدالحرم ونحوه فی الظهیریة قال ابن وهبان فاباحة الاسقاط محمولة علیٰ حالة العذر اوانها لاتأثم اثم القتل (انتهیٰ کلام النهر ، ردالمحتار ص ۴۱۲/ ج ۲)

اسقاط حمل کے عدم جواز کی صورتیں:

۱ ...... والدین کا اولاد نہ چاہنا عذر نہیں لہٰذا اسقاط کی اجازت نہ ہوگی۔

۲ ...... وہ حاملہ عورت جو جسمانی یا دماغی طور پر مفلوج ہونے کی باعث بچے کی پرورش کرنے کی اہل نہیں۔ اس کے حمل کا اسقاط جائز نہیں کیونکہ بچے کی پرورش کا انتظام شوہر کے ذمہ ہوگا یا پھر خاندان کے دیگر افراد یہ کام انجام دیں گے۔ تجربہ ومشاہدہ بتاتا ہے کہ اس قسم بچوں کے ساتھ خاندان والوں کا رویہ انتہائی ہمدردانہ وخیر خواہانہ ہوتا ہے اور وہ پرورش وپرداخت کی ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں۔

۳ ...... استقرار حمل کے بعد طبی جانچ کے نتیجے میں یہ معلوم ہونے پر کہ حمل لڑکی کا ہے اس صورت میں بھی اسقاط جائز نہیں اگر ۱۲۰ دن کے اندر ہو کیوں کہ یہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے واذالموؤدة سئلت بأ ی ذنب قتلت.

وفی کراهیة الخانیة واقول بالحل اذ المحرم لو کسر بیض الصید ضمنه لا نه اصل الصید فلما کا ن یؤخذ بالجزء فلا اقل من ان یلحقها اثم هنا اذا اسقطت بغیر عذر

محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو حیاء، شرم اچھے کام سے روک دے وہ حیاء مذموم اور قابل ترک ہے اور لڑکی پیدا ہونے سے ڈرنا اور بچنا مشرکین مکہ کا طریقہ تھا انہیں کی بابت فرمایا گیا ہے واذا بشر احدهم بالا نثیٰ ظلّ وجهه مسودا وهو کظیم

۴ ...... مفلسی اور تنگدستی کی وجہ سے اسقاط حمل، بہت سے حضرات تنگدستی اور فقر وفاقہ کی وجہ سے اسقاط کی تدبیر اختیار کرتے ہیں یہ سوچ اصول شریعت کیخلاف نیز تقدیر پر ایمان نہ ہونے کی علامت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تقتلوا اولادکم من املاق (انعام) یعنی اولاد کو فقر وفاقہ کے سبب سے قتل نہ کرو۔ اگر چہ یہاں قتل کی ممانعت ہے لیکن جس بناء پر وہ قتل کیا کرتے تھے اس بناء (فقر وفاقہ) کی اس آیت میں صاف طور پر تردید کی گئی ہے اور آگے فرمایا نحن نرزقکم وایا هم ہم تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔

پس بناء بر اعذار مذکورہ معتبرہ فی الشرع اسقاط حمل چار مہینے سے پہلے جائز ہے اور اعذار نہ ہونے کے وقت جائز نہیں۔ تاہم بعض اشد صورتوں جن میں ہلاکت یقینی ہو جس کو حالت اضطرار کہتے ہیں جبکہ یقینی طور سے عورت کے پیٹ میں بچہ رہنے سے اس کی جان کا خطرہ ہو جیسا کہ بعض حالات میں ایسا ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر حمل میں جان نہ پڑی ہو تب تو اسقاط جائز ہے اور اگر جان پڑ گئی ہو اور حمل کے باقی رکھنے میں عورت کی جانی خطرہ کا پورا یقین ہو تو ایسی صورت میں اخف الضررین کے قاعدہ سے حمل کا اسقاط جائز ہے من ابتلیٰ ببلیتین فلیختر اهونهما دو مصیبتوں کا شکار ہوئے اور دو ضرر لاحق ہونے کی صورت میں ہلکی مصیبت اور کم درجہ کے ضرر کو اختیار کر لینا چاہئے۔

یہاں پر حمل کا اسقاط اور اس کی جان کا ضیاع عورت کی جان کے مقابلہ میں اخف ہے اس لئے اس کی اجازت ہوگی

(الحلال والحرام فی الاسلام ، ص: ۱۶۸ ، تحدید نسل : ۹۶)